



## سوال

(69) میت کو اٹھانے کے حوالہ سے احکام

## جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

علماء کرام فرماتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ ((من حمل یتا فلیتوضا ومن غسل فلیغتسل)) یعنی جو میت کو اٹھائے وہ وضو کرے اور جو غسل دے وہ غسل کرے۔ کیا یہ حکم وجوبی ہے استجبانی؟

## الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

مندرجہ بالا حدیث سے جو استدلال لیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے اس لیے کہ مندرجہ بالا مسئلہ میں کوئی بھی حدیث پائے ثبوت تک نہیں پہنچی کیونکہ سب روایات میں علت قادرہ موجود ہے اس لیے میت کے اٹھانے سے نہ وضو لازمی ہونا اور نہ ہی غسل دینے والے پر غسل کیونکہ جو حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((من غسل الميت فلیغتسل ومن حملہ فلیتوضا))

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں (کتاب الجنائز باب فی الغسل من غسل الميت رقم: ۳۱۶۱) میں ذکر کیا ہے عمرو بن عمر کے طریق سے روایت کیا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس روایت میں عمرو بن عمر مجموعاً راوی ہے۔

’کما فی التقریب‘ اور جمالت شدید جرح ہے۔ کما لیس فی علی ماہر الاصول

اسی طرح دوسری حدیث جو پیش کی جاتی ہے۔

((عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن التیمی صلی اللہ علیہ وسلم قال من غسل الغسل ومن حملہ الوضوء یعنی میت))

اس روایت کو امام الترمذی نے ’’الجامع‘‘ (کتاب الجنائز باب فی الغسل من غسل الميت رقم: 933) میں ذکر کیا ہے یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ اس لیے کہ اس کی سند میں ایک راوی ہے ابو صالح جس کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ (کما قال الحافظ فی الفتح)

اس طرح ایک تیسری حدیث جو پیش کی جاتی ہے:



((عن حاضر رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یغسل من یریح من الیجابہ و یوم الجمح و من الجمانہ و من عمل المیت ))

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے اپنی سنن (رقم: 3160) میں ذکر کیا ہے لیکن اس کی سند بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند میں مصعب بن شیبہ نامی ایک راوی ہے وہ "لین الحدیث" ہے اور اس روایت کو امام ابو زرہ امام احمد اور امام بخاری رحمہم اللہ نے ضعیف کہا ہے اور امام ابو داؤد اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: حدیث مصعب ضعیف۔

اس طرح ایک چوتھی روایت پیش کی جاتی ہے:

((عن علی رضی اللہ عنہ قال: قلت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان عمک الصبح انتال فقلت فن یواری قال اذہب فواداک ثم ولا تخدمہ ثم حدیثا تہی تہین فوریہ ثم یخیر فامرئی فاستل ودعا ))

اس روایت کو ابو داؤد اور امام نسائی نے اپنی "السنن" میں ذکر کیا ہے لیکن یہ روایت بھی قابل قبول نہیں ہے کیونکہ ان کی سند میں ایک راوی اسحاق السبعی ہے وہ مدلس راوی ہے اور روایت کو وہ عن کے ساتھ بیان کر رہے ہیں اور اس کی تہ لیس مرتبہ ثلاثہ آئی ہے اور مرتبہ ثلاثہ کے راویوں کے روایت اس وقت تک قابل قبول نہیں ہے جب تک وہ سماع کی تصریح نہ کر دے۔ کما قال الحافظ فی طبقات المدلسین

اور ہاں اگر ہم اس روایت کو صحیح بھی مان لیں تو ہو سکتا ہے یہ غسل کا امر کافر اور مشرک کے ساتھ مخصوص ہو کیونکہ قرآن پاک کی نص سے وہ نجس ہیں اور یہ حکم ہر میت کے لیے نہیں ہے اور اگر ہم حدیث کو عام بھی رکھتے ہیں تو بھی امر استجابی ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس کے مقابلہ میں احادیث صحیحہ موجود ہیں۔ اسی طرح ایک اور روایت امام ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سہیل بن ابی صالح عن ابیہ عن اسحاق مولیٰ زائدہ کے طریق سے نقل کی ہے اور امام ابو داؤد اس روایت کے بعد فرماتے ہیں:

((قال ابو داؤد والحاصل ینہ وین ابی ہریرۃ اسحاق مولیٰ زائدہ ))

ابا یہی فرماتے ہیں: "الصیح انہ موقوف" اور امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اراشہ موقوف" قال ابو حاتم عن ابیہ الصواب عن ابی ہریرۃ موقوف

اور امام علی بن المادینی اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: "لا یصح فی ہذا الباب شئی" یہ ہی قول امام ترمذی نے امام بخاری سے نقل کیا ہے۔

اور امام محمد بن یحییٰ ذہلی فرماتے ہیں: "لا علم من غسل ینتا فلیعتسل حدیثا ثابتا ولولنا استعمالہ"

امام ابن المنذر فرماتے ہیں: "لیس فی الباب حدیث یشہ"

امام الرافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لم یصح علماء الحدیث فی ہذا الباب شئینا مرفوعا"

امام ابن دقین العید فرماتے ہیں: "احسناروایۃ سہیل عن ابیہ عن ابیہ ہریرۃ وہی معلولۃ وان صحھا ابن حبان وابن حزم"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی بھی صحیح روایت نہیں ہے اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ اس کے طریق جمع کرنے سے حسن لغیرہ کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے لیکن ہر جگہ ضعیف حدیث کثرہ طرق کی وجہ سے حسن لغیرہ تک نہیں پہنچتی جس طرح حدیث "من کان لہ امام فقرا لہ قراۃ" اگر ہم بھی مان لیں کہ یہ حدیث حسن درجہ کی ہے تب بھی یہ حکم وجوبی نہیں ہے صرف استجابی ہے کیونکہ ایک حسن سند کے ساتھ روایت ہے۔

((عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس علیکم فی عیم عمل اذا غلستوا ان عیم موت لہا بر اولس عیم فنبکم ان یغسلوا بکم )) (خرج البیہقی فی کتاب الجنائز ج ۳ ص ۳۹۸)



ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

”تمہارے اوپر میت کو غسل دینے سے واجب نہیں ہونا بے شک تمہاری میت پاک حالت میں انتقال کرتی ہے وہ ناپاک نہیں ہوتی (غسل دینے کے بعد) تمہارا صرف ہاتھ دھونا ہی کافی ہے۔“

اسی طرح دوسری حدیث ہے جس کو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں نقل کی ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تلخیص الجعیر میں کہا ہے۔ اسنادہ صحیح۔

((کنائس ابیت فنا یقتل ومان لا یقتل ))

”یعنی ہم میت کو غسل دیتے تھے تو ہم میں سے کوئی غسل کرتا اور کوئی نہیں کرتا تھا۔“

اسی طرح ایک تیسری روایت سے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

((منہا حدیث اسماء بنت عمیس امیرة ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما انا غسلت ابا بکر الصدیق صین توفی ثم خرجت فسات : من ضربا من المهاجرین فقلت ائی صائتہ وان ہذا لوم شدید البر وفعل علی من غسل کا لوالا )) (رواہ مالک فی المتوطا ص ۱۳۳)

”یعنی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ انھوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غسل دیا جب ان کا انتقال ہوا پھر باہر آئی اور مہاجرین موجود تھے ان سے استفسار کیا کہ آج شدید سردی ہے اور میں روزے سے بھی ہوں کیا میرے اوپر غسل واجب ہے تو انھوں نے کہا نہیں۔“

جملہ دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ غسل کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔

حدیث ما عنہی واللہ اعلم بالصواب

## فتاویٰ راشدہ

صفحہ نمبر 388

محدث فتویٰ